بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالنامہ بابت

باپ اور بیٹوں کے مشترکہ کاروبار کی چند اہم صورتیں

اِسلام دینِ کامل ہے، اُس کا امتیاز جامعیت اور ابدیت ہے، جس میں زندگی کے ہر شعبے سے متعلق واضح اور مستحکم ہدایات موجود ہیں، وہ عبادات اور شخصی زندگی سے لے کر اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے بارے میں راہنمائی کرتا ہے، اُس نے زندگی کے تمام مراحل میں ایسے اصول عطاء کیے ہیں جو اعتدال وتوازن پر مبنی اور افراط وتفریط سے خالی ہیں، اُن جامع اصول اور ہدایات کو اپنانے ہی میں دنیا وآخرت کے مسائل کا حل ہے، زندگی کے جس گوشے سے متعلق بھی شریعتِ اسلامی کی راہنمائی کو نظرانداز کیا جائے گا، اُس میں الجھاؤ اور پریشانی کا پیش آنا یقینی ہے، اگر غور کیا جائے تو شریعتِ اسلامیہ میں مشترکہ معاملات اور کاروبار کے حوالے سے بھی ایسی راہنمائی کی گئی ہے، کہ اُس کو اپنانے میں نہ صرف آپسی تعلقات کی استواری اور باہمی اجتماعیت کا بقاء ہے، بلکہ وہی دنیا میں معاشی نظام کے استحکام اور عدل وانصاف کے قیام کا اصل ذریعہ ہے۔

موجودہ وقت میں مشترکہ کاروبار خصوصاً باپ اور بیٹوں کے مابین اور خود بھائیوں کے مابین ہونے والے کاروبار میں بہت سے مسائل اور پیچیدگیاں پیش آرہی ہیں، جن کا اصل حل تو کاروبار شروع کرنے سے پہلے ہی فریقین کا شرعی ضابطے کے مطابق معاملات طے کرلینے میں ہے، لیکن شریعت کے احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے عموماً لوگ غیر شرعی طریقے پر معاملات کرلیتے ہیں اور عموماً معاملے سے پہلے کاروبار کرنے والوں کی شرعی ضابطے کے مطابق باہم کوئی نوعیت متعین نہیں ہوتی؛ بلکہ بعض لوگ نوعیت کی تعیین میں عار محسوس کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مشترکہ کاروبار ایک ہی خاندان کے افراد کے مابین بڑے اختلاف اور نزاع کا سبب بن جاتا ہے اور مستحقین کو اُن کا حق ملنا مشکل ہوتا ہے، ایسی صورتحال میں ضرورت ہے کہ مشترکہ کاروبار کی مروجہ شکلوں کے حوالے سے اجتماعی طور پر غور وخوض کیا جائے، تاکہ امت کے سامنے اِس حوالے سے شریعت کی ہدایات اور راہنمائی کو واضح کیا جاسکے، اِسی سلسلے میں چند سوالات پیشِ خدمت ہیں:

اِس وقت مشترکہ کاروبار کا ایک اہم حصہ باپ اور بیٹوں کے مابین ہونے والا کاروبار ہے، جس کی موجودہ وقت میں بہت سی صورتیں رائج ہیں: مثلاً:

(ا) باپ اپنے سرمایہ سے کوئی کاروبار شروع کرتا ہے، پھر مثلاً: بڑا بیٹا اُس کے کام میں شریک ہوجاتا ہے، بیٹے کا اپنا کوئی سرمایا نہیں لگتا، اُس کا کھانا پینا، رہنا سہنا باپ ہی کے ساتھ ہوتا ہے، بڑے بیٹے اور گھر کے دیگر افراد کے سارے اخراجات اسی کاروبار سے پورے کیے جاتے ہیں، بعد میں بڑا بیٹا پورا کاروبار سنبھالتا ہے، باپ کمزوری اور بیماری کی وجہ سے عملی طور پر کاروبار میں وقت نہیں دے پاتا، اِسی حالت میں باپ کا انتقال ہوجاتا ہے، اُس کے انتقال کے بعد بڑا بیٹا کہتا ہے کہ باپ کی زندگی میں چونکہ میں نے ہی پورا کاروبار سنبھالا ہے، اس لیے اِس کاروبار اور اُس سے حاصل شدہ آمدنی کا میں ہی تنہا مالک ہوں، دیگر بھائیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں

ہے، ایسی صورت حال میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کیا بڑا بیٹا ہی کاروبار کا مالک ہوگا یا بڑے بیٹے کے کاروبار میں اپنا سرمایانہ لگانے اور باپ کے عیال میں رہنے کی وجہ سے اُس کو باپ کا معاون قرار دیا جائے گا، اور باپ کے انتقال کے بعد سارا کاروبار اور اُس سے حاصل شدہ آمدنی ورثاء کے مابین حسبِ حصص شرعیہ تقسیم کی جائے گی؟ واضح رہے کہ اِس سلسلے میں علامہ شامیؒ کی یہ عبارت بہت اہمیت کی حامل ہے: ''**الأبُ وابنُه يكتسبان في صنعة واحدة ، ولم يكن لهما شيء، فالكسبُ كله للأب إن كان الابنُ في عياله لكونه معيناً له**'' ؛لیکن اِس عبارت میں اِس بات کی تنقیح کی ضرورت ہے کہ بیٹے کا باپ کے عیال میں رہنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا عیال کا مفہوم ہر علاقے کے طرزِ معیشت کو سامنے رکھ کر متعین کیا جائے گا، یا اس کا کوئی ایک ہی خاص مفہوم ہے، جس کی روشنی میں سارے علاقے والوں کے لیے ایک ہی حکم ہوگا۔

(۲) بسا اوقات باپ اور بیٹوں کے درمیان کاروبار کی یہ نوعیت ہوتی ہے کہ بیٹا محنت کرنے کے ساتھ ساتھ بلا کسی معاہدے کے کاروبار میں اپنا کچھ سرمایہ بھی لگاتا ہے اور باہم نفع کا کوئی فیصد متعین نہیں ہوتا، باپ اپنی زندگی میں بیٹے کو جو بھی دے دیتا ہے، بیٹا اس کو لے لیتا ہے، لیکن باب کے انتقال کے بعد سرمایہ لگانے والا بیٹا کاروبار میں اپنی ملکیت کا دعوی کرتا ہے، دیگر ورثا اس کی مخالفت کرتے ہیں، ایسی صورت میں کیا بیٹے کو سرمایہ لگانے کی وجہ سے کاروبار کی ملکیت میں شریک سمجھا جائے گا، یا یہ اُس کی طرف سے تبرع ہوگا؟ اگر بیٹے کو شریک قرار دیا جائے گا، تو اُس کا تناسب کیا ہوگا؟ فقہی کتابوں میں مذکور ''شرکت'' کی تفصیلات کی روشنی میں اس کا حکم واضح فرمائیں، واضح رہے کہ اس صورت میں بیٹا باپ ہی کے عیال میں رہتا ہے۔

(۳) کبھی کاروبار کی یہ نوعیت سامنے آتی ہے کہ باپ کے عیال میں رہتے ہوئے باپ کی پونجی اور سرمایے سے بیٹے کوئی کام شروع کرتے ہیں، باپ کاروبار کی ملکیت اور اُس کے منافع میں اپنے کو اور سب بیٹوں کو برابر کا شریک قرار دیتا ہے؛ لیکن باپ عملی طور پر کاروبار میں شریک نہیں ہوتا، اور بیٹوں میں بعض زیادہ محنت کرتے ہیں، بعض کم اور بعض بالکل نہیں؛ ایسی صورت میں اِس کاروبار کا مالک کس کو قرار دیا جائے گا؟ باپ کو یا کاروبار کرنے والے بیٹوں کو یا سب کو؟ نیز باپ کے انتقال کے بعد اس طرح کے کاروبار میں بیٹوں کی باہم کیا حیثیت ہوگی؟ کیا سارے بیٹے کاروبار کی ملکیت اور اُس کے منافع میں برابر کے شریک ہونگے، یا بعض بیٹوں کے زیادہ محنت کرنے کی وجہ سے اُن کا زیادہ حصہ ہوگا۔

(۴) باپ اور بیٹوں کے درمیان کاروبار کی یہ شکل بھی سامنے آتی ہے کہ باپ اپنے بیٹوں کو اُن کے سرمایہ لگائے بغیر مثلاً: اپنی کمپنی میں پرسنٹ کے حساب سے شریک بنالیتا ہے اور عموماً اس طرح کے معاملے کے وقت ملکیت اور منافع میں شرکت کی کوئی صراحت نہیں ہوتی، ایسی صورت میں کیا شریعت کی رو سے بیٹوں کو باپ کے ساتھ اصل کمپنی کی ملکیت میں شریک قرار دیا جائے گا، یا صرف منافع میں شریک مانا جائے گا؟ پھر ملکیت میں شریک قرار دیا جائے یا محض منافع میں شریک سمجھا جائے دونوں صورتوں میں فقہ کی رو سے اِس کی کیا توجیہ کی جائے گی؟ کیا یہ سمجھا جائے گا باپ نے گویا بیٹوں کے درمیان کمپنی کی ملکیت پرسنٹ کے حساب سے تقسیم کرکے ہر ایک کو اُس کے حصے کا مالک بنادیا اور اگر معاملے کے وقت ملکیت یا منافع میں شرکت کی صراحت ہوجائے، تو اُس وقت کیا حکم ہوگا؟ اِس جزء کے جواب میں اس بات کی ضرور وضاحت فرمائیں کہ غیر منقسم اشیاء کے ہبہ میں قبضہ کا تحقق ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے، تو اس میں قبضہ کے تحقق کی صورت کیا ہے؟

(۵) کبھی مشترکہ کاروبار کی یہ شکل ہوتی ہے کہ بیٹے اپنے سرمائے سے ایک کمپنی قائم کرتے ہیں، اُس میں والد کا کوئی

سرمایہ نہیں لگا ہوتا؛ لیکن بیٹے احترام میں کمپنی والد ہی کے نام سے قائم کرتے ہیں، کاغذات میں کمپنی کا مالک والد ہی کو قرار دیا جاتا ہے، اِس طرح کی قائم کردہ کمپنی میں شرعاً باپ کی کیا حیثیت ہوگی؟ باپ کے انتقال کے بعد اِس طرح کے معاملے میں بھائیوں اور بہنوں میں اختلافات کثرت سے پیش آتے ہیں، بہنوں کا یہ دعوی ہوتا ہے کہ والد محترم یا تو کاروبار کے اصل مالک تھے یا کاروبار میں شریک تھے، لہذا کاروبار میں اُن کے حصے میں سے ہم کو حق ملے گا، بھائیوں کا یہ کہنا ہوتا ہے کہ کاروبار کے اصل مالک ہم ہی تھے، ہم نے احتراماً کمپنی میں والد صاحب کا نام ڈلوا دیا تھا، اس طرح کے نزاع کو شریعت کی روشنی میں کیسے حل کیا جائے گا؟

(۶) یہ شکل بھی بہت معروف ہے کہ بیٹوں کا اگرچہ باپ کے ساتھ رہنا نہیں ہوتا ہے؛ لیکن باپ اپنے ہی سرمایہ سے سب کا الگ الگ کاروبار کروا دیتا ہے اور سب کی کمائی باپ کے پاس آتی ہے، کاروبار میں باپ اور بیٹوں کی کوئی حیثیت متعین نہیں ہوتی، باپ بیٹوں کی ضروریات کے تناسب سے اُن کو رقم دیتا رہتا ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آمدنی باپ کے پاس نہیں آتی، بیٹے باپ کی راہنمائی میں کاروبار کرتے ہیں، اس طرح کے کاروبار میں باپ اور بیٹوں کی شرعا کیا حیثیت ہوگی؟

(۷) والد کے انتقال کے بعد کبھی ایسا ہوتا ہے کہ والد کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جاتا، مرحوم باپ کے بیٹوں کا رہن سہن ایک ساتھ رہتا ہے، والد کے پرانے کاروبار کو بعض بیٹے سنبھال لیتے ہیں اور اُس سے حاصل شدہ آمدنی سے پورے گھر کا خرچ چلتا ہے، ایسی صورت میں انتقال کے بعد کارو ربار میں جو اضافہ ہوتا ہے، کیا وہ سب ورثاء کے مابین اُن کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا یا اضافہ شدہ کاروبار کے صرف وہی بیٹے مالک ہونگے جنھوں نے والد کے انتقال کے بعد کاروبار سنبھالا ہے، اگر اضافہ شدہ کاروبار اور اُس سے حاصل شدہ جائداد وغیرہ کا صرف کاروبار کرنے والے بیٹوں کو مالک قرار دیا جائے، تو اس پر بہنوں کو اعتراض ہوتا ہے اور اگر سب کو برابر کا مالک قرار دیا جائے، تو کاروبار کرنے والے بیٹوں کی محنت ضائع ہوتی ہے؟

(۸) کبھی ترکے کی تقسیم سے پہلے بعض بیٹے والد کی متروکہ رقم لے کر اپنا کوئی کاروبار شروع کر دیتے ہیں، اس رقم سے ہونے والے کاروبار کی شرعا کیا حیثیت ہوگی؟ کیا رقم کی حیثیت کی تعیین میں ورثاء کی رضامندی وعدم رضامندی کا کوئی فرق ہوگا؟

(۹) جس کاروبار میں ابتداء معاملے کی نوعیت متعین نہیں ہوتی، اُس میں نوعیت کی تعیین کن بنیادوں پر کی جائے گی؟ کیا اس سلسلے میں قرائن اور عرف کو بنیاد بنایا جا سکتا ہے؟

(۱۰) باپ اور بیٹوں کے مابین مشترکہ کاروبار کے حوالے سے ایک ایسا واضح لائحہ عمل تجویز فرمائیں جو شریعت کے اصول وضابطے کے مطابق ہو، نیز اِس زمانے کے حالات میں اُس کا نفاذ آسان ہو، تاکہ اُن اصول اور ہدایات کی روشنی میں لوگوں کے لیے اپنے معاملات طے کرنا آسان ہو۔

امید ہے کہ شرکت سے متعلق قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں مذکورہ سوالات کے جوابات فرمائیں گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالنامہ بابت
میڈیکل انشورنس کی بعض شکلیں

آج کل ایک طرف جہاں نت نئی بیماریاں عام ہیں، وہیں دوسری طرف اُن کا علاج بھی گراں سے گراں تر ہوتا جارہا ہے، خصوصاً اعضائے رئیسہ (دل، گردہ وغیرہ) کا تعطل اور کینسر وغیرہ کا علاج ایک غریب، بلکہ متوسط طبقے کے لیے ناقابلِ تحمل ہوگیا ہے، اسی ضرورت کو پیشِ نظر رکھ کر دنیا میں ''میڈیکل انشورنس'' کو رواج دیا گیا ہے، تاکہ ایسے ضرورت مند مریضوں کو سہولت فراہم کی جائے، نیز بعض ممالک میں ''میڈیکل انشورنس'' کو قانوناً لازم کردیا گیا ہے، اِس لیے ضرورت ہے کہ ''میڈیکل انشورنس'' کے مختلف پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھ کر حکمِ شرعی واضح کیا جائے، اسی سلسلے میں درج ذیل سوالات پیش ہیں:

(۱) میڈیکل انشورنس کی شرعی حقیقت کیا ہے؟ کیا اِس میں تملیک علی الخطر کا پہلو غالب ہے یا اس میں تعاون کا پہلو بھی نکلتا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص قانوناً ''میڈیکل انشورنس'' کرانے پر مجبور ہو، تو اس کے لیے کیا حکم ہے اور شرط پائے جانے پر اُس سے انتفاع کا کیا حکم ہے؟

(۳) بعض مرتبہ بیماری پیش کرنے پر ''میڈیکل انشورنس کمپنی'' علاج کا کل خرچہ براہ راست متعینہ اسپتال کو اداء کرتی ہے، انشورنس کرانے والے کو کوئی پیسہ نہیں دیتی، جب کہ بعض کمپنیاں علاج کا بل دکھانے پر انشورنس کرانے والے کو حسبِ شرائط روپیہ اداء کرتی ہیں، تو کیا دونوں کا حکم ایک ہے یا ان میں کچھ فرق ہے؟

(۴) بعض ممالک میں سرکاری یا غیر سرکاری ملازم پر میڈیکل انشورنس لازم ہے، اب بعض ملازمتوں میں یہ رقم ملازموں کی تنخواہ سے کاٹ کر اداء کی جاتی ہے، جب کہ بعض کمپنیاں ازخود انشورنس کی رقم جمع کراتی ہیں، ملازم کی تنخواہ سے نہیں کاٹتیں، تو ایسے ملازمین کے لیے اِس طرح کے انشورنس سے فائدہ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟ اگر نا جائز ہے، تو کیا دونوں شکلوں میں حکم یکساں ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

(۵) آج کل بڑے بڑے اسپتالوں کی طرف سے متعینہ مدت کے لیے میڈیکل پیکج جاری کیے جاتے ہیں اور اس پیکج کو قبول کرنے والے لوگ ایک متعینہ (قسطوار یا یک مشت) رقم اداء کرکے اس پیکج سے فائدہ اٹھانے کے حقدار ہو جاتے ہیں، اِس درمیان علاج پر جتنا بھی خرچ ہو، وہ اسپتال خود اداء کرتا ہے۔

(۶) آج کل حکومت غریبوں سے معمولی رقم لے کر اُن کا میڈیکل انشورنس کراتی ہے اور اُن کو ایک کارڈ جاری کرتی ہے، جس سے وہ متعین ڈاکٹروں اور اسپتالوں میں مفت علاج کراسکتے ہیں، اِس طرح کے انشورنس سے فائدہ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟